ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No1 2024

اکرام اللہ کے ناول'' گرگِ شب'' کا نفسیاتی جائزہ

Psychological analysis of Ikramullah's novel "Garg-e-Shab"

1. Aftab Ahmed, Lecturer Urdu Govt Associate College 170/J. B, Jhang, aftabahmad9860@gmail.com
2. Mazahar Iqbal, M. Phil Urdu (DIOLUniversity of Education Lahore)

3. Muhammad Umar, Lecturer Government Degree College Gul Abad Dir (Lower)

Abstract

Ikramullah's novel "Garg-e-Shab" is unique among the short novels written in Urdu. Reading it may not be a pleasant experience. Happy moments in life are rare
Ikramullah's novel makes us think about how much we all lack compassion and understanding of each other and why other people are tormented. There will be hell, but the main character of the novel has tasted hell in his life and the anger is that he is not even a sinner.
If we start talking about the creation of human history, then the concept of illegitimate children with reference to human relationships is rejected at the very beginning because the early man whose racial growth was more based on sexual satisfaction and not social needs and based on formal relationships Second, the primitive man did not base his sexual satisfaction and reproduction on the basis of human relationships, rather, in this regard, the primitive man was free from the limits and restrictions of relationships. After many human values came into being, there were also established values regarding human relationships.

Key Words:

Psychological analysis, Ikramullah's novel "Garg-e-Shab", pleasant experience, concept of illegitimate children, racial growth, formal relationships.

اکرام اللہ کا ناول "گرگِ شب" کہانی کے اعتبار سے سوفوکلیز کے اوڈی پس ریکس سے زیادہ متاثر اور قریب نظر آتا ہے۔ اوڈی پس کے قصے میں اوڈی پس نادانستگی میں اپنی ماں بوکاسٹا سے شادی کر لیتا ہے لیکن جب دونوں پر اپنے حقیقی رشتے کی اصلیت کا راز کھلتا تو اوڈی پس اپنی آنکھیں پھوڑ کر دیوانہ اور بیراگی بن جاتا ہے جبکہ اس کی ماں بوکاسٹا کو خودکشی کر لیتی ہے۔ "گرگ شب" کے قصے میں نہ تو اوڈی پس (غلام احمد) خود کو اندھا کرتا ہے اور نہ ہی بوکاسٹا (ماں) خودکشی کرتی ہے۔ کیونکہ اس ناول کے اوڈی پس اور بوکاسٹا کا جسمانی تعلق نادانستگی کی بجائے شعوری ہے۔ اوڈی پس کے اصل قصے میں نادانستہ غلطی کی سزا ماں، بیٹا دونوں کو ملتی ہے۔ جبکہ گرگ شب میں ماں، بیٹے کے جسمانی تعلق کے نتیجے میں جنم لینے والے کردار شفیع کو ملتی ہے۔ اوڈی پس اور شفیع میں جو قدر مشترک ہے وہ دونوں کی زندگی میں جبر و قدر کا عمل دخل ہے۔ جس طرح اوڈی پس لاعلمی میں المیے سے دوچار ہوتا ہے اسی طرح شفیع کو بھی اپنی پیدائش پر کوئی اختیار نہیں تھا۔ اس بے اختیاری کے نتیجے میں جنم لینے والے شفیع کی بھی وہی حالت ہوتی ہے جو اوڈی پس کی تھی۔ ڈاکٹر ممتاز احمد خان لکھتے ہیں:

> "اکرام اللہ کا ناول "گرگ شب" (۱۹۷۸ء) میں موضوع کے یا تھیم کے اعتبار سے ایک تجربہ کیا گیا ہے جس کا تعلق اوڈی پس کمپلیکس (Oedipus Complex) جیسے نفسیاتی و جنسی رویے بلکہ یوں کہیئے Incest سے ہے جس کا مطلب کہ ان جنسی تعلق کہ جن سے کہ اسے حرام قرار دیا گیا یونانی انی ڈرامے اوڈی پس ریکس میں یہی مسئلہ پیش کیا گیا کہ جہاں بیٹے کی شادی سگی ماں سے لاعلمی کی بنیاد پر ہو جاتی ہے اور لاعلمی و عدم واقفیت کے پردے اٹھنے پر اوڈی پس کی نفسیات میں ہولناک تبدیلیاں آتی ہیں اور وہ ایسے کرب میں مبتلا ہوتا ہے کہ جس کا سدھارنا ممکن ہے اور جو موت ساتھ ہی ختم ہو سکتا ہے۔"(۱)

اوڈی پس کی ہولناک نفسیاتی الجھنوں کی طرح شفیع کی زندگی بھی نفسیاتی الجھنوں سے پر ہے۔ شفیع کی یہ نفسیاتی الجھنیں تین صورتوں میں سامنے آتی ہیں۔

-ا۔ اوڈی پس کمپلیکس

۲۔عورت سے جنسی وجذباتی تعلقات میں ناکامی

۳۔خواب

۴۔اذیت کوشی

۵۔تہذیبی جبر

۱۔اوڈی پس کمپلیکس(Oedipus Complex)

شفیع کی شخصیت میں پایا جانے والا اوڈی پس کمپلیکس منفی اوڈی پس کمپلیکس کی بہترین مثال ہے۔منفی اس صورت میں کہ شفیع کو مخالف جنس والدین(ماں) سے شدید نفرت جبکہ ہم جنس والدین(باپ) سے کسی حد تک ہمدردی ہے۔فرائیڈ کی رو سے شفیع اگر ماں سے محبت اور باپ سے نفرت کرتا تو ہم اس کی شخصیت کا مطالعہ مثبت اوڈی پس کمپلیکس کے اصولوں پر کرتے۔فرد کے بچپن میں مثبت یا منفی دونوں صورتوں میں یہ کمپلیکس ظاہر ہو سکتا ہے۔اگر یہ کمپلیکس بچپن کے بعد بھی موجود رہے تو فرد کی ذہنی زندگی غیر متوازن اور کئی نفسیاتی الجھنوں کا شکار ہو جاتی ہے۔جیسا کہ شفیع کی ہے۔

اوڈی پس کمپلیکس کے اسباب:

شفیع کا والد میاں جی فیروز آباد کا متوسط زمیندار تھا۔ان کی دو بیویاں تھیں شفیع اپنے والد کی دوسری بیوی میں سے تھا۔میاں جی نے جب شفیع کی ماں شادی کی تو اس کی دوسری بیوی بوڑھی جبکہ اس سے پیدا ہونے والی اولاد جن میں ایک جوان بیٹا غلام احمد بھی تھا۔گھر اور محلے میں مشہور تھا کہ شفیع اپنے باپ کی بجائے اپنے سوتیلے بڑے بھائی غلام احمد کی اولاد ہے۔شفیع کے مطابق اس کے والد کی قلیل آمدنی کی تقسیم پر گھر میں اکثر و بیشتر جھگڑا رہتا۔یہ جھگڑا اس کی ماں اور بھابھیوں کے درمیان ہوتا تھا۔شفیع اور اس کی بھابھیوں کے بقول شفیع کی ماں اپنے سے زیادہ ہتھیا لیتی تھی۔میاں جی جو حد درجہ حلیم، متین اور کم گو طبیعت کے مالک تھے۔وہ کسی سے ناانصافی نہیں کرنا چاہتے تھے مگر اپنی بیوی سے اپنا فیصلہ زور زبردستی سے منوانے کے بھی اہل نہیں تھے۔جھگڑا روزانہ کا معمول تھا۔بڑی اور چھوٹی بھابھی دونوں میں کسی نے بھی شفیع کو قبول نہیں کیا۔کیونکہ بڑی بھابھی کے نزدیک شفیع اپنے بڑے بھائی اور اس کے شوہر غلام احمد کا بیٹا ہے۔شفیع ہوش سنبھالنے سے لے کر فیروز آباد چھوڑنے تک مختلف لوگوں سے اشاروں، کنایوں میں یہ سنتا رہا تھا کہ اس کی شکل اپنی سوتیلی ماں سے ہو بہو ملتی ہے۔

لوگ طنزیہ ہنستے ہوئے کہتے کہ بچوں کی شکل ماں باپ یا بہن بھائی سے ملتی ہے مگر بچے کی شکل سوتیلی ماں سے ملتی ہے، کبھی نہیں دیکھا۔خود شفیع کا بھی یہی خیال تھا۔پہلے تو شفیع کچھ کم ہی سمجھتا کہ اس کا راز کیا ہے؟ مگر ایک دن اس کی ماں اور بڑی بھابھی کے درمیان تو تو، میں میں کچھ زیادہ بڑھ گئی جس میں دونوں نے ایک دوسرے کو خوب کوسنے اور اور گالیاں دیں۔اس دوران شفیع کی سوتیلی ماں نے جب بڑی بہو کو جھگڑے سے منع کیا تو اس نے اسے بھی دبے لفظوں شفیع کی ماں اور اپنے خاوند کے ناجائز تعلق کا طعنہ دیا جو شفیع کی ماں بھی سن رہی تھی۔بقول شفیع جب اس کی بھابھی کا یہ تیر نشانے پر لگا تو اس کی ماں نے بات بدل کر اسے اس کی بہن کا طعنہ دیا جو محلے کے کسی میراثی کے ساتھ بھاگ گئی تھی۔بڑی بھابھی جو ابھی تک اشاروں میں بات کر رہی تھی اور شفیع پر بھی واضح نہیں ہو رہی تھی بھابھی نے اب کی بار سب راز کھول کر رکھ دیئے۔

> ”اے بی بی! ذرا اپنی چارپائی تلے ڈنڈا پھیر، میری بہن تو میراثی کے ساتھ بھاگ گئی تھی نا۔تونے تو میرا خاوند مجھ سے چھینا ہوا ہے۔سوتیلے بیٹے سے یارانگایا ہوا ہے۔شرم ہے تو پیدا کر کے اس کے سامنے کہیں ڈوب مر۔اسی کے بیج شریک کھڑا کر دیا“۔(۲)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No1 2024

شفیع کے لیے یہ انکشاف ایک طرف بھابھی اور محلے والوں کے الزام کی تصدیق تھا تو دوسری طرف اس کی شخصیت کی شکست وریخت اور نفسیاتی الجھنوں کا آغاز تھا۔ اس تصدیق کے باوجود بھی وہ اپنی ماں اور سوتیلے بھائی کے تعلقات کے قبول کرنے میں کشمکش اور تذبذب کا شکار تھا۔ اس کی دو وجوہات تھیں۔ پہلی یہ کہ وہ ابھی بچہ تھا دوسری یہ کہ اس کی ماں اس طعنے سے لاجواب ہو کر رونے پیٹنے لگ جاتی کہ یہ اس پر خواہ مخواہ کی ناجائز تہمت ہے۔ شفیع بھی کسی حد تک اسے جھگڑے کی وجہ سمجھتا۔ بھابھی کے طعنے اور لوگوں کے خاموش انکشاف میں شفیع کا بچپن گزر جاتا۔ اس کو پہلی بار نفسیاتی جھٹکا لڑکپن میں تب لگا جب وہ محلے کی لڑکی حمیدہ سے ملنے، رات کو ایک کھنڈر میں جاتا ہے۔ اس رات جب شفیع اور حمیدہ آپس میں باتیں کر رہے تھے تو اچانک حمیدہ نے شفیع سے کہا:

> "شفیع! تم سے ایک بات پوچھوں برا تو نہ مانو گے؟۔
>
> میرے کان کھڑے ہوئے، میرے دل میں بیٹھے ہوئے چور نے پہلو بدلا۔ "تم کوئی بات پوچھو اور میں برا مانوں یہ کیسے ہو سکتا ہے۔"
>
> "میری ماں کہتی تھی کہ"
>
> "ہاں ہاں کہو رک کیوں گئی"
>
> میری ماں کہتی تھی کہ تم بھائی غلام احمد کے بیٹے ہو"(۳)

مذکورہ بالا خاندانی پس منظر، حالات وواقعات ہی شفیع کے اوڈی پس کمپلیکس کی وجہ بنتے ہیں۔ یہ منفی اوڈی پس کمپلیکس ہے جس میں شفیع کو باپ سے بڑھاپے اور شرافت کی وجہ سے ہمدردی ہے جبکہ اپنی ماں سے اپنے حرامی ہونے کی خفت کی وجہ سے سخت نفرت ہے۔ یہ نفرت اس کی شخصیت کا مستقل حصہ بن جاتی ہے۔ جس کا اظہار اس کی بعد کی زندگی میں بارہا ملتا ہے۔

شفیع فیروزآباد چھوڑ کر شہر چلا جاتا ہے۔ وہاں وہ اپنی محنت کے بل بوتے پر بہت بڑا کاروباری بن جاتا ہے۔ اس کے پاس عالیشان گھر اور نوکر چاکر ہونے کے باوجود اس کی نفسیاتی الجھنیں ختم نہیں ہوتیں۔ اکثر وبیشتر وہ اپنی ماں کی موت کی خواہش اور اس سے نفرت کرتا نظر آتا ہے۔ ایک دن اس کا نوکر دینوں شفیع کو آکر بتاتا ہے کہ خانسامے کی ماں کی موت کا تار آیا ہے اور وہ کچھ دنوں کی چھٹی مانگتا ہے۔ شفیع، خانساماں کی ماں کی موت کی خبر سن کر اپنی ماں کی موت کی خواہش کرتا ہے:

> "دینوں سو روپے لیکر چلا گیا۔ میں نے میز سے کار کی چابی اٹھائی۔ ایک ٹھنڈی آہ بھری کے کاش یہ تار میری ماں کے مرنے کا آیا ہوتا۔ کیا خبر ہے کہ وہ مر ہی چکی ہو میرا یقین ہے کہ اس کی موت مجھ سے چھپی نہ رہے گی کسی نہ کسی حیلے ہی پتہ چل جائے گا۔"(۴)

ماں سے متعلق نفرت کو وہ شعوری طور پر اپنے لاشعور میں دبائے رکھتا ہے۔ یہ کبھی خواب کی صورت میں سامنے آتی ہے تو کبھی وہ بے بس ہو کر کہتا ہے کہ اسے بھی اپنی پسند کا جنسی ساتھی چننے کا حق تھا۔ شفیع کا یہ انکشاف ایک طرف اس کی ماں کا اپنے سوتیلے بیٹے سے ناجائز تعلق کی تصدیق ہے تو دوسری طرف ماں سے نفرت کا اظہار ہے۔

شفیع ماں سے متعلق لاشعوری طور پر شدید الجھنوں کا شکار رہتا ہے۔ پیشہ ور عورت میری (Merry) سے جنسی فعل میں ناکامی کے بعد اس پر ہسٹریا (Hysteria) کا ایسا دورہ پڑتا ہے کہ اس کا ذہنی توازن بگڑ جاتا ہے۔ اس دوران ماں سے لاشعوری نفرت ہذیان کی صورت میں سامنے آتی ہے۔

ہو تا یوں ہے کہ میری (Merry) والے واقعے والی رات اسے کئی ڈراؤنے خواب آئے جن کی وجہ سے وہ ڈر کر اٹھ بیٹھا۔ صبح ہوئی تو اس کی طبیعت خراب تھی۔ ذہن ماضی کے واقعات میں الجھا ہوا تھا۔ وہ لاشعوری طور پر زبردست ذہنی کشمکش کا شکار تھا۔ جس کی وجہ سے اسے کسی طرح بھی ذہنی طور پر صحت مند نہیں کہا جاسکتا تھا۔ دفتر پہنچ کر اس کو زبردست دورہ پڑا کہ وہ ہوش میں نہ رہا۔ اس کا منیجر جب کمرے میں آیا تو وہ اپنا منہ میز پر لگے شیشے سے رگڑ رہا تھا۔ اس کے بقول کہ اس کے منہ پر کالک لگی اور وہ اسے صاف کر رہا ہے۔ پھر وہ منیجر سے بہکی بہکی باتیں کرنے لگا۔ اس نے منیجر کو ایک دیہاتی عورت کا حلیہ بتایا کہ وہ شہر میں اس کا پتہ پوچھتی پھرتی ہے اگر وہ یہاں آئے تو میرے متعلق کوئی کچھ نہ بتائے۔ وہ ہذیان کی حالت میں بولتا ہوا کمرے سے باہر نکل کر ہال میں آگیا۔ اب اس تماشے میں تمام ملازم شامل تھے۔ کچھ لوگ اس کی اس حالت پر ہنس رہے تھے اور کچھ ہمدردی کا اظہار کر رہے تھے۔ اس نے سب سے مخاطب ہو کر ایک بار پھر اس بوڑھی عورت کے متعلق کہا کہ وہ اس کے متعلق لوگوں سے غلط سلط کہتی ہے کہ وہ اس کا بیٹا نہیں۔ اس دوران لاشعور کا حملہ اس قدر شدید تھا کہ وہ تمام باتیں جو اس نے برسوں سے اپنے اندر دبا رکھی تھیں ایک ایک کر کے باہر آنے لگیں۔ ایک دفعہ اس نے اپنی اصلیت کھول کر بتانی چاہی مگر منیجر نے اس سے کہا کہ آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، آپ آرام کریں۔ اس نے ہجوم کو مخاطب کرتے ہوئے

کہا:

> ''جیسے حضرت عیسیٰ کا کوئی باپ نہ تھا ویسے ہی میری کوئی ماں نہ تھی۔۔۔'' میرے باپ نے اپنی صلب نالی میں پھینک دی۔ نو مہینے کے بعد لوگوں نے مجھے نالی سے اٹھالیا۔ میری صورت دیکھی، قصبے کے جس شخص سے ملتی تھی اس کے پاس پہنچا دیا اور وہ میرا باپ تھا۔''(۵)

مندرجہ بالا اقتباس ماں سے نفرت کی انتہائی صورت ہے، وہ جو شفیع نے برسوں اپنے علاشعور میں دبا رکھی تھی۔ اس اظہار کے بعد اس کی طبیعت بگڑ گئی کہ مجبوراً اسے ذہنی مریضوں کے ہسپتال (Mental Hospital) میں داخل کروا دیا گیا۔

۲۔ عورت سے جنسی و جذباتی تعلقات میں ناکامی

عورت سے جنسی و جذباتی تعلقات میں ناکامی کی سب سے بڑی وجہ اوڈی پس کمپلیکس ہی ہے۔ اس ناکامی کے پیچھے چھپی الجھن کا پس منظر بھی شفیع اور حمیدہ کا وہ واقعہ ہے. اس نے پہلی دفعہ حمیدہ سے جسمانی تقاضے پر اصرار کیا تھا اور اس نے شفیع سے اس کی ولدیت پوچھ لی تھی۔ حمیدہ کے اس سوال کے بعد جسمانی تقاضے تو دور شفیع کو ہوش بھی نہ رہا۔ شفیع اپنے آپ میں اس قدر کھو گیا کہ اسے وقت کا پتہ بھی نہ چلا۔ حمیدہ شفیع کی اس حالت کو اس کی جنسی کمزوری سمجھ کر، گھر والوں کا بہانہ کر کے چلی جاتی ہے۔

اس واقعے کے بعد شفیع کی نفسیاتی الجھنوں میں رہی سہی کسر ایک دوسرا واقعہ پورا کر دیتا ہے۔ شفیع حمیدہ سے جنسی فعل میں ناکامی کے بعد ایک رات جب اسی ویرانے میں اپنی نفسیاتی الجھنوں میں کھویا تنہا بیٹھا تھا۔ اچانک حمیدہ کو آتے دیکھا۔ اس کے ساتھ اس کا عاشق نذیر بھی تھا۔ وہ دونوں شفیع سے بے تعلق ہو کر کپڑے اتارتے ہیں، مباشرت کرتے ہیں۔ اس دوران شفیع جس جذبات جو کبھی جانوروں کو جنسی مظاہرہ کرتے دیکھ کر مشتعل ہو جاتے تھے۔ اس وقت اندھیرے میں تھوڑی دور خاموش کھڑا دیکھتا رہا۔ اس کی قوت اس قدر سلب ہوگئی کہ اس پر اسے کسی قسم کا رنج، غصہ، رقابت، حسد حتیٰ کہ شہوت بھی محسوس نہ ہوئی۔ اس کی بدقسمتی یہیں پہ بس نہ ہوئی بلکہ نذیر نے حمیدہ سے جنسی فعل کرنے کے بعد اسے تاکید کی کہ میاں احمد دین کے جب بھی وہ جائے تو اس کے بیٹے شفیع سے بچ کر رہے کیونکہ وہ بھی جوان ہے۔ حمیدہ جواب دیتے ہوئے کہتی ہے:

''کون شفیع؟''

وہی شفیع میاں احمد دین کا بیٹا اور کون۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No1 2024

"اچھاوہ حرامی شفیع ہاہاہاہا، حمیدہ نے کھل کھلا کے آتی ہوئی ہنسی کو پکڑے جانے کے ڈر سے روکا کہ وہ تو خود لڑکی ہے۔"(۶)

حمیدہ کا شفیع سے اس کی ولدیت کی تصدیق اور شفیع کے سامنے اپنے عاشق سے جنسی ملاپ شفیع کی جنسی تسکین کی راہ میں ایک مستقل الجھن بن جاتا ہے۔ شفیع کا یہ پہلا جنسی تجربہ اس قدر بری طرح ناکام ہوتا ہے کہ وہ جنسی طور پر ناکارہ ہو جاتا ہے۔ جب بھی وہ کسی عورت کی قربت کا سوچتا ہے تو ناجائز اولاد ہونے کا احساس حمیدہ کا سوال بن کر درمیان میں آجاتا ہے۔ وہ اس سوال اور صورتحال سے بھاگ کر شہر چلا جاتا لیکن یہ تمام باتیں وہاں بھی اس کا پیچھا نہیں چھوڑتیں۔

شہر کی زندگی میں شفیع کا رویہ فراری نظر آتا ہے۔ وہ اپنی ماضی سے پیچھا چھڑانے کے لیے سب سے پہلے اپنا نام تبدیل کرتا ہے اور شفیع سے ظفر بن جاتا ہے اور کاروبار میں مشغول ہو جاتا ہے۔ وہ خود کو مصروف رکھنا چاہتا ہے تاکہ اسے ماضی سے متعلق سوچنے کا موقع نہ ملے۔ تھوڑے عرصے کے لیے وہ اپنے اس منصوبے میں کامیاب بھی رہتا ہے لیکن جلد ہی اسے اس بات کا اندازہ جاتا ہے کہ دولت کی فراوانی کبھی بھی اس کی کوتاہ ہمتی کو خود اعتمادی میں تبدیل نہیں کر سکتی۔ اس نے کاروبار محض ماضی سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے شروع کیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ سب کچھ بھول کر مستقبل میں کامیاب سرمایہ دار بنے گا، مگر ناکام رہا۔ اپنے احساس محرومی اور نفسیاتی الجھنوں سے چھٹکارے کا یہ طریقہ جب مفید ثابت نہ ہوا تو شفیع نے شراب نوشی کا سہارا لیا۔ نفسیاتی نقطہ نظر سے یہ بھی فرار کا ایک ذریعہ تھا۔ ان تمام کوششوں کے باوجود بھی وہ ذہنی طور پر صحت مند زندگی نہ گزار سکا۔ نفسیاتی الجھنیں اپنی جگہ مگر جنسی ناآسودگی کی وجہ سے اس کی زندگی ویران تھی۔ اس کو اندازہ ہو گیا کہ اس خلا کو شراب سے نہیں بھرا جاسکتا۔ ایک مرتبہ وہ پھر عورت کی طرف متوجہ ہوا کہ وقت گزارنے کے لیے عورت اچھا مشغلہ ہو سکتی ہے۔

ایک رات شراب بار میں شفیع کی ملاقات اس کے کاروباری دوست مسز اے۔ بی شیخ (ریحانہ) سے ہوتی ہے۔ شفیع کو ریحانہ میں جنسی و جذباتی کشش محسوس ہوتی ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ اس کے متعلق کوئی مثبت پیش رفت کرتا ریحانہ خود اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ گفتگو کے دوران ریحانہ، شفیع کے زیادہ شراب پینے کے متعلق سوال کرتے ہوئے کہتی ہے کہ ظفر صاحب (شفیع کا بدلا ہوا نام) کیا میں آپ سے ایک سوال پوچھ سکتی ہوں؟ تو شفیع کو جھٹ سے حمیدہ کا واقعہ یاد آجاتا ہے کہ اس نے بھی ایک دفعہ ایک سوال پوچھا تھا۔

"مجھے یاد آگیا کہ پہلے بھی کسی نے اسی محبت اور لجاجت سے ایک بات پوچھنے کی اجازت چاہی تھی۔ ریحانہ کو کہاں سے پتہ چل گیا کہ میں اپنے باپ کا نہیں بھائی کا بیٹا ہوں۔ کیا ہر عورت محبت کرنے سے پہلے یہ جاننا ضروری سمجھتی ہے کہ اس کی نگاہوں کا مرکز کہیں اپنے بھائی کا بیٹا تو نہیں؟۔ کیا یہ کافی نہیں کہ وہ مردان کو لبھاتا ہے، انہیں پسند کرتا ہے؟ اس سے آخر کیا فرق پڑتا ہے کہ کوئی اپنے بھائی کا یا چچا کا یا ماموں کا بیٹا ہو؟ میں اٹھ کے کہنے والا تھا کہ بیگم ریحانہ شیخ آپ جو کچھ غلط سمجھتی ہیں۔ لیکن پھر اپنی عادت کے مطابق جوا کھیل گیا۔ چانس لے گیا۔ "پوچھیے۔"(۷)

اس اقتباس سے شفیع کی ذہنی سطح اور نفسیاتی الجھنوں کا بخوبی اندازہ لگایا جاہے۔ ایک ماہر تحلیل نفسی کی طرح وہ اپنا نفسیاتی تجزیہ بھی کرتا دکھائی دیتا ہے۔ اس کے خیال میں اگر اسے کسی عورت کا سچا پیار مل جائے تو اسے شراب اور ڈراؤنے خوابوں سے چھٹکارا مل سکتا ہے۔ وہ ذہنی اور جسمانی لحاظ سے نارمل زندگی گزار سکتا ہے۔ عورت سے سچے پیار کی خواہش دراصل عورت سے جنسی تعلق کی خواہش ہے۔

شراب بار میں ریحانہ، شفیع کی طرف مثبت پیش قدمی کرتی ہے مگر وہ اپنی نفسیاتی الجھنوں کے زیر اثر مثبت جواب نہیں دے پاتا۔ اپنی تحلیل نفسی کے نتیجے میں آخر کار وہ یہ فیصلہ کرتا ہے کہ وہ ریحانہ سے دوبارہ مل کر اپنی غلطی کو سدھارنے کی کوشش کرے گا۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No1 2024

ایک دفعہ پھر وہ ریحانہ کو اپنے ساتھ وقت گزارنے کے لیے راضی کرتا ہے۔ جب وہ مان جاتی ہے اور ساتھ چل پڑتی ہے تو شفیع تمام وقت جسمانی قربت سے گریز کا کوئی نہ کوئی بہانہ نکال لیتا ہے۔ ریحانہ چونکہ خود سپردگی کے ارادے سے آتی ہے اس لیے وہ شفیع کو اپنے جسم کو چھونے کے کئی مواقع دیتی ہے مگر وہ اپنی جنسی کوتاہیوں کے باعث اپنی جنسی کوتاہیوں کے سبب اپنی ماضی میں کھو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ بند کمرے میں ریحانہ اس کے سامنے ننگی پڑی اسے دعوت دیتی ہے لیکن شفیع یہاں پھر ناکام ہو جاتا ہے:

> ”حمیدہ کے ساتھ والی رات کی طرح بے اعتمادی، پانی میں ڈوبتے ہوئے سکے کی طرح میرے رگ وپے میں اترتی جا رہی تھی۔ ریحانہ مجھ سے چمٹی ہوئی تھی میرے خون کے اندر اب کچھ باقی نہ بچا تھا۔ زندگی کی دلیل صرف مایوسی تھی ریحانہ کا ازل سے تشنہ بدن پانی کے انتظار کی تاب نہ لاتے ہوئے آخر چل بسا اور اس نے آنکھیں کھول دیں اور نہایت بوجھل آواز میں کہا ” آپ پھر تھوڑی سی شراب ہی پی کر دیکھ لیں میں یہ کہتے ہوئے پلنگ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا ”نہیں۔ بیکار ہے۔“(۸)

ریحانہ سے جنسی فعل میں ناکامی کی وجہ اس کی ماضی کی نفسیاتی الجھنیں تھیں۔ اس بار ناکامی کے بعد شفیع کو ایک زبردست نفسیاتی جھٹکا لگا جس نے اس کے دماغی توازن بگاڑ دیا۔ ہسٹریائی حالت میں اسے ہسپتال میں داخل کروا دیا جاتا ہے۔ ڈاکٹروں سے اسے معلوم ہوا کہ کئی سالوں سے وہ اپنے ذہن کناروں کو پکڑ کر انتہائی بے دردی سے جھنجھوڑتا اور کھینچتا رہا تھا، جس کے نتیجے میں اس نے تلخ حقیقتوں سے بچنے کے لیے اپنے اردگرد ایک حصار کھینچ رکھا تھا۔ یہ وہ حصار تھا جس میں لاشعوری الجھنیں الجھی ہوئی تھیں۔ انہوں نے کبھی بھی اسے صحت مند زندگی نہ گزارنے دی۔ شفیع جو کچھ آج تک دباتا آیا تھا، اسے جب کسی طور راہ نہ ملی تو اس پر یہ ہسٹریائی حملہ ہوا۔

اگر وہ ریحانہ کے ساتھ جنسی فعل کی تکمیل میں کامیاب ہو جاتا تو شاید اس کا اس قدر ذہنی توازن نہ بگڑتا۔ ڈاکٹر نے شفیع کو مشورہ دیا کہ وہ کاغذ پر کچھ نہ کچھ تحریر کرتا رہے تو اس کی حالت بہتر ہو جائے گی۔ ظاہر ہے یہ طریقہ 'تحلیل نفسی' کا ہے۔ اس طرح وہ کسی حد تک بہتر ہو جاتا ہے لیکن اس کی الجھنیں جوں کی توں رہتی ہے۔ ریحانہ سے جنسی فعل میں ناکامی کے کچھ عرصے بعد ایک دفعہ پھر وہ اپنی ناکامی کے ازالے، تنہائی دور کرنے اور جنسی ناآسودگی کی غرض سے ایک پیشہ ور دلال کے ہاں پہنچتا ہے۔ وہ دلال سے ایک سیدھی سادھی اور غریب طبیعت کی عورت کی مانگ کرتا ہے۔ کیونکہ اسے تیز طرار عورتوں سے نفرت ہے۔ اس کے پیچھے اس کی الجھنوں کا خوف نظر آتا ہے کہ کہیں وہ بھی اس حرامی ہونے کا سوال نہ پوچھ لے۔ شفیع کے نزدیک کوئی بھولی بھالی عورت ہی شاید اس شاید اس کے اندر موجود مباشرت کا خوف ختم کر سکتی ہے۔ اس کے بقول:

> ”یہ میں آج کس راستے پر چل نکلا ہوں؟۔۔۔ نہیں، یہ خیال غلط میں نے دراصل سوچا ہے کہ چلو تنہائی کا یہ علاج بھی جیسے کوئی ناقابل علاج مریض دواؤں سے مایوس ہو کر ٹوٹکے آزمانے پر بھی تیار ہو جاتا ہے۔ سوچا تھا کہ ناواقف عورت کے سامنے ناکامی اور مستقل شرمندگی کا خوف اتنا شدید نہیں ہو گا اور ممکن ہے یوں میرا عدم تعاون پر مصر ذہن میرے جسم کے ساتھ اشتراک عمل پر آمادہ ہو جائے۔“(۹)

شفیع کا ذہن اور جسم نہ آمادہ تھا اور نہ ہوا۔ یہاں سے بھی وہ ناکام لوٹا۔ جس کے نتیجے میں ایک بار پھر اس کا ذہنی توازن بگڑ گیا۔ اس کے بعد وہ تمام الجھنیں جو بچپن سے اس کے ذہن میں چلی آرہی تھی ان سے اس نے ہار مان لی۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ وہ عورت سے کبھی بھی جسمانی تعلق قائم نہیں کر سکتا۔ کئی دفعہ اس نے اپنی تحلیل نفسی کرتے ہوئے خود کو سمجھانے کی کوشش کی کہ اس کے یہ خدشات بے بنیاد واہمے ہیں۔ اس کے باوجود بھی وہ جنسی فعل سکا۔ بقول ڈاکٹر ممتاز احمد خان:

"عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ نفسیاتی مریض کو جب اپنی نفسیاتی بیماری کا علاج مل جاتا ہے تو اپنی قوت ارادی اور ماہر نفسیات کے علاج کے بل برتے پر وہ صحت یاب ہو جاتا ہے یہاں معاملہ بر عکس ہے۔ یہاں بیماری کا شعور ہی شفیع کے لیے زندگی اور موت بلکہ وجود کو پر سکون رکھنے کا مسئلہ بن جاتا ہے۔"(۱۰)

ڈاکٹر ممتاز احمد خان کی اس رائے سے کلی طور پر اتفاق ہے کہ ایسے مریض کو جب اپنی الجھنوں کا ادراک ہو جاتا ہے تو وہ ذہنی طور صحت مند پر رہتے ہیں۔ اصولاً شفیع کو بھی ایسا ہو جانا چاہیے تھا، مگر ایسا نہیں ہوا۔ اپنی تمام خامیوں اور کوتاہیوں کا شعور ہونے کے باوجود وہ بار بار وہی غلطی دہراتا رہا۔ کیا وہ اپنی اس حالت میں موجود خود اذیتی کا عادی ہو چکا تھا؟ یا پھر کوئی اور وجہ تھی؟ اس کا جواب آگے چل کر شفیع خود ہی فراہم کر دیتا ہے۔

جنسی فعل کی تکمیل میں ناکامی کی سب سے بڑی وجہ اور نفسیاتی الجھن دراصل یہ تھی کہ شفیع اس بات سے ڈرتا تھا کہ کہیں وہ اپنے بھائی اور ماں کی طرح ناجائز رشتے سے کوئی ایسی زندگی پیدا نہ کر دے کہ اسے بھی اس کی طرح ساری زندگی حرامی ہونے کی ذلت برداشت کرنی پڑے۔ وہ کہتا ہے:

"چاہت کا وہ ابلتا ہوا دھارا جو تمام عمر انسانوں کو زندہ رہنے کا جذبہ عطا کرتا رہتا ہے میں اسے دھتکار چکا ہوں۔ کیوں؟ اپنے آپ کو مجرموں کے طرح چھپاتا پھرتا ہوں۔ کیوں؟ میرے لیے عورت ایک گالی بن کر رہ گئی ہے۔ کیوں؟

"میں تمام عمر کسی عورت سے جنسی اختلاط نہیں کر سکا۔ کیوں؟

اس لیے کہ میں کوئی زندگی پیدا کرنے کا ارتکاب نہ کر بیٹھوں۔ میری طرح تمام عمر اپنے والدین کی غلطی کی کالک اپنی منہ سے نوچ نوچ کر پھینکنے کی کوشش کرتی رہے اور وہ اسی طرح اس کے چہرے پر تھپی رہے۔"(۱۱)

۳۔ خواب (Dream)

شفیع کی شخصیت کی تخریب میں بہت حد تک خوابوں کا عمل دخل ہے، اس لیے ضروری ہے کہ ان کی تشریح کی جائے۔ ان خوابوں کا سلسلہ اس کے بچپن سے شروع ہوتا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس پر اپنی ماں اور سوتیلے بھائی کے ناجائز تعلقات کا انکشاف ہوتا ہے اور حمیدہ اس کی ولدیت کی تصدیق کرتی اور شفیع کے سامنے اپنے عاشق نذیر سے جنسی فعل کرتی ہے تو یہ دو باتیں اس کی شخصیت کا جزو لازم، یا یوں کہنا بہتر ہو گا کہ اس کے لیے مستقل نفسیاتی الجھن بن جاتی ہیں۔ شفیع اپنے محلے سے فرار ہو کر شہر چلا جاتا ہے۔ شہر میں وہ ترقی کر کے بہت بڑا کاروباری بن جاتا ہے۔ محلے سے فرار اور اس کے بقول کاروبار بھی اس کے فرار کا ذریعہ تھا۔ اس کے باوجود مذکورہ بالا نفسیاتی الجھنیں اسے رہ رہ کر ستاتی رہیں۔ اپنے ذہن کو ماضی کی یادوں سے پیچھا چھڑانے کے لیے وہ شراب کا سہارا لیتا ہے۔ وہ ان یادوں کو شراب کے سہارے ایک حد تک دبانے میں کامیاب رہتا ہے مگر یہ الجھنیں خواب کی صورت میں ظاہر ہو کر اس کی زندگی میں زہر گھولتی رہتی ہیں۔ اس کے خیالوں اور خوابوں کے پس منظر میں اکثر و بیشتر یہ دونوں الجھنیں ملتی ہیں۔ وہ جتنا بھی ان سے دور بھاگنے کی کوشش کرتا ہے، نہیں بھاگ سکتا۔ کبھی کبھی وہ عالم تخیل میں سوچتا ہے:

"میرے سب سے زیادہ محبوب دو تصورات ہوتے تھے ایک تو یہ مجھے اپنی ماں کے علاوہ کسی بھی اور عورت نے جنم دیا تھا اور دوسرا یہ کہ حمیدہ کا جنسی ساتھی نذیر نہیں میں تھا۔ افسوس سوچوں میں حالات چاہے کتنے ہی دل خوش کن کیوں نہ کہیں مہیا کر لیے جائے مگر حقیقت کا ایک تیز کانٹا کہیں دور ذہن میں پڑا خلش پیدا کرنے کا فرض ادا کرتا رہتا ہے۔"(۱۲)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No1 2024

مندرجہ بالا اقتباس ہی شفیع کے خوابوں کا پس منظر ہے۔ شفیع کے خوابوں کا سلسلہ کافی طویل ہے۔ ذیل میں اس کے بچپن کے ایک خواب کو پیش کیا جارہا ہے جو اس کی لاشعوری خواہش کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

جب وہ چھوٹا سا تھا۔ایک رات اس نے خواب میں دیکھا کہ سیڑھیوں کے نزدیک گوشت کے دو بڑے ڈھیر لگے ہیں۔ جیسے قربانی کا گوشت تقسیم کے لیے رکھا ہو۔ وہ حیران ہے کہ عید نہ ہونے کے باوجود یہ گوشت کہاں سے آیا ہے۔ اس کا باپ اور سوتیلی ماں اسے تقسیم کرنے میں مصروف ہیں۔ وہ، اس کا باپ اور سوتیلی ماں آپس میں کوئی بات نہیں کرتے۔ شفیع کو اچانک معلوم ہوتا کہ اس کی ماں مر گئی ہے۔ وہ حیران ہوتا ہے کہ اگر وہ مر گئی ہے تو اس کا گوشت کاٹا اور تقسیم کیوں کیا جارہا ہے۔ اسے اپنی ماں کے مرنے کا افسوس ہونے کے ساتھ ساتھ اکیلا رہ جانے کا دکھ بھی ہوتا ہے۔ فرائیڈ نے ایسے خواب جس میں اپنے پیاروں مثلاً ماں باپ، بہن بھائی کی موت کو دیکھا جائے اور اس پر غم و افسوس کا اظہار کیا جائے، کی تشریح کرتے ہوئے کہا ہے دراصل خواب دیکھنے والا ان کی موت کا خواہاں ہوتا ہے۔ اس کے بقول:

> ”.خوابوں کا ایک سلسلہ جسے امتیازی پکارا جا سکتا ہے وہ ہوتے ہیں جن کا موضوع عزیز ترین رشتہ داروں، والدین، بھائی، بہن یا کسی قریبی دوست کی موت ہوتا ہے بصورت دیگر آن خوابوں کے ساتھ ہے جس میں پیارے رشتہ دار کی موت تصور کی جاتی ہے اور ان کا درد بھی محسوس کیا جاتا ہے۔ یہ اشارہ کرتا، جیسا ان کا موضوع ہمیں بتاتا، یہاں یہ خواہش ہے کہ مطلوبہ شخص کو مر جانا چاہیے تھا۔۔۔ اگر کوئی خواب دیکھتا کہ اس کی ماں یا باپ، اس کا بھائی یا بہن مر گئے ہیں اور اس کا خواب صدمے کا اظہار کرتا ہے، وہ ان میں ایک کو مردہ دیکھنا چاہتا ہے۔“(۱۳)

شفیع کے خواب کا فرائیڈ کے مندرجہ بالا اقتباس میں جو نتیجہ نکلتا ہے وہ لاشعوری طور پر ماں کی موت کی خواہش ہے۔ اس خواہش کی تصدیق ناول میں وہ کئی جگہ کرتا ہے مثلاً اس کے خانسامے کی ماں کی موت کا تار آتا ہے تو وہ سوچتا ہے کہ کاش یہ تار میری ماں کی موت کا ہوتا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ خوابوں کا یہ سلسلہ شفیع کے لیے خوفناک اور تکلیف دہ ہوتا جاتا ہے۔ وہ رات کو خواب دیکھتا ہے جبکہ دن بھر ان کی اذیت ناک سے لرزتا رہتا ہے۔ جب بھی اسے گزشتہ رات کا خواب یاد آتا ہے تو وہ کوئی کام نہیں کر سکتا اور کچھ سوچ نہیں سکتا۔ وہ دن بھر ان خوابوں سے خوفزدہ رہتا ہے۔ جب وہ ان خوابوں سے عاجز آجاتا ہے تو خود کو شراب کے نشے میں غرق کر دیتا ہے۔ کبھی کبھی تو وہ ان خوابوں کے ڈر سے سونے کی بجائے آوارہ گردی کو ترجیح دیتا ہے۔ جوانی کے خواب کا تعلق بھی اس کی مذکورہ بالا نفسیاتی الجھنوں سے ہے۔ ایک خواب جس میں وہ خود کو دریا کے تیز بہاؤ میں بیل کی دُم پکڑے، لوگوں کو مدد کے لیے پکارتے دیکھتا ہے لیکن کوئی اس کی مدد نہیں کرتا۔ اس خواب میں وہ اپنی ایک دوست محسن کو بھی مدد کے لیے پکارتا ہے مگر وہ اس کی کوئی مدد نہیں کرتا۔ آنکھ کھلنے کے بعد وہ خود ہی اپنے خواب کی تشریح و تحلیل کرتا ہے۔ وہ سوچتا ہے کہ اتنے عرصے بعد اسے محسن کیوں یاد آیا حالانکہ وہ ایک سال اس کے ساتھ پڑھا تھا اور وہ دونوں کئی سال پہلے بچھڑے ہوئے ہیں۔ اس خواب میں محسن کی موجودگی کی وجہ دراصل محسن کے ساتھ ایک ایسا واقعہ شفیع کو پیش آیا تھا جسے اس نے برسوں پہلے بھلا دیا تھا۔ وہ یادیں لاشعور میں کہیں محفوظ رہیں اور ایک رات خواب بن کر ظاہر ہوئیں۔ اس واقعے اور یادوں کا تعلق بھی نہر اور پانی سے تھا۔ ایک دن سکول سے واپسی پر وہ گھر جانے کی بجائے نہر پر نہانے چلے جاتے ہیں۔ اسی دوران محسن اُسے بتاتا ہے:

”پاس کھڑے محسن نے ایک سنجیدہ آواز میں کہا“ شفیع ”۔ کیا ہے؟ میں بھی کھڑا ہو گیا۔

” ایک بات تمہیں بتاؤں“

”ہاں! بتاؤ“

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No1 2024

کل رسولا میرے گھر آیا تھا۔ چھٹیوں کا کام لکھنے کے لیے وہ مجھ کہنے لگا۔ جانتے ہو شفیع حرامی ہے۔ اپنے بھائی کا بیٹا ہے۔"(۱۴)

یہ واقعہ شفیع کو نہر پر پیش آیا تھا۔ اس نسبت سے وہ خود کو دریا میں گھرا پاتا ہے اور محسن پر ہی اس کی نظر پڑتی ہے۔ بعد میں جب شفیع اپنے خواب پر غور کرتا ہے تو اسے یہ مذکورہ بالا واقعہ یاد آتا ہے۔ اس واقعے کا تعلق بھی اوڈی پس کمپلیکس سے ہی ہے۔ شفیع کا اس خواب سے خوفزدہ ہونے کی وجہ اس کے حرامی ہونے والی بات ہے۔ اس سے قبل دیکھے جانے والے خواب بھی اسی نوعیت کے تھے مگر شفیع خوف اور ڈر کی وجہ سے ان کے بارے میں کم ہی سوچتا یا تشریح کرتا تھا، لیکن اس خواب کی تشریح و تحلیل سے جہاں اسے قدرے سکون ملتا ہے وہیں وہ خود کو پیش آنے والے خوابوں کی معنویت سے بھی آگاہ ہوتا ہے۔ اس کی خواہش ہے کہ ایک دن وہ اپنی لاشعوری الجھنیں جو خواب میں طرح طرح کے وسوسے بن کر اسے بے چین کیے رکھتی ہیں، وہ ان کا حل ڈھونڈ لے گا۔ ٹھیک اس طرح:

"ممکن ہے اس باہمت اور مستقل مزاج شہزادی کی طرح جس نے طلسم کے زور سے مستقل سوتے ہوئے اپنے محبوب شہزادے کے ہر ہر مسام میں چبھی ہوئی سوئیوں کو برسوں کی دیدہ ریزی کے بعد چن چن کر نکال لیا اور جیتے جاگتے محبوب کے وصل سے ہمکنار ہوئی۔ میں اپنے ہی بدن سے سوئیاں نکالنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔"(۱۵)

شفیع کی زندگی میں یہ کم ہی ہوتا ہے کہ اپنی الجھنوں کی مستقل چبھنے والی سوئیوں کو چن لیا ہو، کیونکہ اس کا مطلب ذہنی صحت مندی ہے۔ اپنے خوابوں کی وجہ دریافت ہونے کے باوجود اسے ایسے خواب تواتر سے ہر رات آتے۔ وہ ایک خواب کے بھیانک پن اور خوف کو شراب کا سہارا لے کر زائل کرتا، نیند سے دوری اختیار کرتا، مگر وہ اس سلسلے کو نہ روک سکا۔

اذیت کوشی (Masochism)

شفیع میں اذیت کوشی کا رجحان بھی ملتا ہے۔ پہلے پہل اس نے اپنی محرومی اور نفسیاتی الجھنوں سے چھٹکارا پانے کے لیے شراب کا سہارا لیا لیکن رفتہ رفتہ یہ شراب اس کی شخصیت کا جزو لازم بن گئی۔ یہ شراب اس کے لیے ماضی کی تلخ حقیقتوں سے فرار اور خود سے انتقام کا ایک ذریعہ تھی۔ وہ اپنی نفسیاتی الجھنوں کا وقتی حل شراب کی صورت میں نکالتا ہے۔ اگر وہ شراب نہ پیے تو رات کو سو نہیں پاتا۔ ماضی کے خیالات اسے رہ رہ کر ستاتے ہیں۔ بھی کوئی ڈراؤنا خواب آتا وہ اس کے اثر کو زائل کرنے کے لیے شراب کا سہارا لیتا۔

ریحانہ جب شفیع کے حد سے زیادہ شراب پینے کی وجہ پوچھتی ہے اور روکتی ہے تو وہ اشاروں میں اسے بتاتا کہ اس کے اندر کوئی اور بھی (آقا اور پیر تسمہ پا کہتا ہے) جسے سلانے اور اس سے جان چھڑانے کے لیے وہ شراب پیتا ہے۔ دراصل وہ کہنا یہ چاہتا ہے کہ اس کے اندر بہت ایسے راز اور الجھنیں ہیں، جنہیں وہ برسوں سے دبائے ہوئے ہے۔ جن فرار حاصل کرنے کے لیے وہ شراب کا سہارا لیتا ہے۔

کئی بار وہ شراب چھوڑنے کا خود سے وعدہ کرتا ہے مگر اس پر پورا نہیں اترتا۔ ایک دفعہ وہ سوچتا ہے کہ اگر عورت کا ساتھ اسے مل جائے (یعنی جنسی طور پر آسودہ ہو جائے) تو وہ شراب چھوڑ دے گا۔ مگر بدقسمتی سے جنسی فعل میں الجھن ہی تو اس کے شراب پینے کی اصل وجہ تھی۔ ڈاکٹر کے منع کرنے کے باوجود کہ شراب کی وجہ سے اس کی حالت خطرناک حد تک پہنچ چکی ہے، وہ نہیں چھوڑتا۔ وہ کہتا ہے

"غیر ارادی طور پر جا کر شراب کی الماری کھولی کہ شاید کوئی بوتل پڑی ہو۔ مگر بوتل کہاں سے ہوتی۔ وہ تو ہسپتال سے واپس آتے ہی موت کے ڈر سے سب تقسیم کر دی تھیں۔ میں بھی کتنا بزدل ہوں کہ موت کے خوف اسے لٹا دیا جو میری لاش کو ہر روز زندگی کرنے چند گھنٹے عطا کر دیا کرتی منہ تھی۔۔۔۔ میرے

منہ سے جھاگ اڑ رہی تھی اور میں ہانپ رہا تھا بالکل دیوانے کتے کی طرح سڑکوں پر کار دوڑ رہی تھی، شراب کی تلاش میں۔ خود فراموش ایک عارضی وسیلے کی تلاش میں۔"(۱۶)

مجموعی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ وہ ایک نفسیاتی مریض ہے جو ڈاکٹروں کے منع کرنے کے باوجود شراب پیتا رہتا ہے۔ کئی دفعہ اس کی حالت بگڑتی ہے، وہ اسے چھوڑنے کی کوشش بھی کرتا ہے مگر لاشعوری طور پر خود سے نفرت اسے تخریب اور موت کی طرف گامزن رکھتی ہے۔ وہ خود کو تکلیف پہنچا کے دراصل اپنے جنسی جنسی جذبے کی تسکین کرتا ہے۔ اس کا ثبوت یہ بھی ہے بقول اس کے کہ اگر وہ عورت سے جنسی فعل کی تکمیل میں کامیاب ہو جائے تو شراب چھوڑ سکتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ ممتاز احمد خان، ڈاکٹر، آزادی کے بعد اردو ناول ہیئت، اسالیب اور رجحانات، ص۲۱۸

۲۔ اکرام اللہ، گرگ شب، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۷۸ء، ص۳۰

۳۔ ایضاً، ص۳۵

۴۔ ایضاً، ص۳۶

۵۔ ایضاً، ص۱۳۷

۶۔ ایضاً، ص۳۸

۷۔ ایضاً، ص۷۹

۸۔ ایضاً، ص۱۳۹

۹۔ ایضاً، ص۱۵۸۔۱۵۹

۱۰۔ ممتاز احمد خان، ڈاکٹر، آزادی کے بعد اردو ناول ہیئت، اسالیب اور رجحانات، ص۲۱۹

۱۱۔ اکرام اللہ، گرگ شب، ص۱۸۲۔۱۸۱

۱۲۔ ایضاً، ص۱۰۱

۱۳۔ سگمنڈ فرائیڈ، خوابوں کی تعبیر، مترجم، امیر خان حکمت، سٹی بک پوائنٹ، کراچی، ۲۰۱۶ء، ص۹۸-۹۹

۱۴۔۔اکرام اللہ، گرگ شب، ص۹۶

۱۵۔ ایضاً، ص۹۷

۱۶۔ ایضاً، ص۱۵۰